© rasailojaraid.com

ڈاکٹر مبارک علی

اودھ کا شاہی خاندان

آخری عہدِ مغلیہ میں

اس موقعے پر گزارشات کے لیے اودھ کے شاہی خاندان کو اس کے لیے منتخب کیا گیا ہے تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ ہندوستان کی ریاستوں میں، جو مغلیہ خاندان کے آخری عہد میں خودمختار ہوئیں، ان کا ڈھانچہ کیا تھا اور وہ کون سے داخلی اور خارجی عوامل تھے، جو ان کے زوال کا باعث ہوئے۔ کن حالات میں ان ریاستوں نے اپنی خودمختاری اور آزادی کو ایسٹ انڈیا کمپنی کے حوالے کر دیا، اور خود تمام خارجی و داخلی خطرات سے محفوظ و مامون ہو کر عیش و عشرت میں ڈوب گئے۔ ان کے دربار سازش، مکر و فریب اور دغابازی کے مرکز بن گئے جس کے زیر اثر درباریوں اور رعیت میں احساس خودداری ختم ہو گیا اور اس کی جگہ بزدلی و کم ہمتی اور خوشامد نے لے لی، دربار کی سازشوں، امرا کی خوشامد و چاپلوسی، دولت کی فراوانی، عیش و عشرت اور آرام طلبی کے ماحول نے شاہی خاندان کے جن افراد کی تربیت کی، ان میں نہ تو حکومت کی لیاقت تھی اور نہ اعلیٰ کردار کی صفات یہ ذہنی طور پر پس ماندہ اور عیاشی کے نتیجے میں جسمانی طور پر کئی امراض میں گرفتار تھے۔ یہ شاہی خاندان اپنی کثیر تعداد کے ساتھ ریاست اور عوام پر ایک زبردست معاشی بوجھ تھا، جس کے تلے مظلوم عوام پس رہے تھے، اور ان کی محنت و مشقت کی کمائی پر نااہل اور ناکارہ شاہی خاندان کے افراد پرورش پا رہے تھے۔

۱۔ ابتدا میں اودھ کے حکمراں "نواب وزیر" کہلاتے تھے، کیوں کہ مغلیہ سلطنت میں وزارت کا عہدہ ان کے خاندان کے لیے موروثی ہو گیا تھا۔ سیاسی لحاظ سے یہ خودمختار اور آزاد تھے، لیکن قانونی طور پر یہ مغلیہ بادشاہ کی برتری اور سیادت کو تسلیم کرتے تھے، اور اپنی وفاداری اور ارادت مندی کے طور پر وقتاً فوقتاً مغل بادشاہ کی خدمت میں نذرانے اور تحفے تحائف بھیجتے رہتے تھے، ہر نئے نواب کو جانشینی کے بعد خلعت وزارت ملتی تھی، جس کے حصول کے لیے اسے بڑی بھاگ دوڑ کرنی ہوتی تھی اور مغل بادشاہ کو بیش قیمت تحائف دینے ہوتے تھے، کیوں کہ اس کے بغیر اس کی قانونی حیثیت نہیں بنتی تھی۔ یہ صورتِ حال غازی الدین حیدر تک باقی رہی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کے زمانے میں لارڈ ماٸرا کے اشارے سے غازی الدین حیدر نے بادشاہ کا لقب اختیار کر کے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور اس کے بعد سے مغل خاندان سے سارے پرانے تعلقات ختم کر دیے۔ لیکن یہ تبدیلی اودھ کے شاہی خاندان میں کوئی انقلابی تبدیلی نہیں لا سکی اور نہ اس سے ان میں کوئی اعلیٰ اخلاقی صفات پیدا ہوئیں اور نہ اس سے ان کی سیاسی حیثیت ہی متاثر ہوئی۔

۲۔ اودھ کا شاہی خاندان زوال شدہ، بیمار، پژمردہ اور اخلاقی انحطاط و پس ماندگی کے ماحول کی پیداوار تھا۔ اس خاندان کی ابتدا اس وقت ہوئی، جب ہندوستان میں مغلیہ سلطنت سیاسی و اخلاقی حیثیت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو رہی تھی اور مغلیہ دربار کی سیاست میں سازشوں، بدعہدیوں اور دغا بازیوں کا زور زورہ تھا اور امرا حریفانہ کشمکش میں مصروف، ایک دوسرے کو ہر حیلے اور فریب سے نیچا دکھانے میں مصروف تھے اور ان کی تمام تر صلاحیتیں اس جوڑ توڑ میں صرف ہو رہی تھیں۔ ایسے ماحول میں وہی کامیاب ہو سکتا تھا جو سب سے بڑا سازشی ہو اور حالات کے تحت خود کو ڈھال لینے میں ماہر ہو۔ اس خاندان کے بانی برہان الملک سعادت خاں (وفات ۱۷۳۷ء) ان صفات میں ماہر و تجربہ کار تھے۔ سید برادران کے زوال اور سید حسین علی خاں کے قتل کی سازش میں یہ شریک تھے، اور اسی کے بعد سے ان کا عروج ہوا اور یہ بادشاہ کے مقرب بنے۔ نادر شاہ نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو انھوں نے نادر شاہ کو اس بات پر راضی کر لیا تھا کہ وہ دو کروڑ روپیہ لے کر واپس چلا جائے لیکن جب امیر الامرا کا عہدہ ان کے بجائے نظام الملک آصف جاہ کو ملا تو انھوں نے نادر شاہ سے کہا کہ دو کروڑ جیسی حقیر رقم تو وہ اپنی جیب سے دے سکتے ہیں۔ دلی میں بادشاہی خزانے ہیرے جواہرات سے بھرے پڑے ہیں اور امرا کے پاس بھی وافر دولت ہے اس لیے اس تمام دولت پر قبضہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ نادر شاہ ہندوستان سے مغلیہ خاندان کا تمام جمع شدہ خزانہ اٹھا کر لے گیا۔

ان کے جانشین صفدر جنگ (وفات ۱۷۵۴ء) بھی اسی سازشی ماحول میں پلے بڑھے تھے اور درباری سازشوں میں اپنا اعلیٰ مقام پیدا کیا تھا، لیکن دلی میں انھیں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی تو اودھ میں چلے آئے۔ ان کے بعد ان کے لڑکے شجاع الدولہ نے ہندوستان کی خانہ جنگیوں میں حصہ لے کر سیاسی صورتِ حال میں مزید بگاڑ پیدا کیا۔ بکسر کے مقام پر انھیں انگریزوں کے ہاتھوں شکست ہوئی۔ اس کے بعد سے انھوں نے انگریزوں سے مفاہمت کی پالیسی اختیار کی اور ان کی مدد سے اپنی آخری لڑائی میں روہیلوں کو تباہ و برباد کیا۔ ان کے بعد سے جو جانشین ہوئے، ان کا دائرۂ کار محدود ہو کر صرف اودھ تک رہ گیا۔ اس کے بعد سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہندوستان کی وسیع سیاسی صورت حال میں ان کا دخل زیادہ نہیں رہا۔ اودھ کے نواب اور بادشاہ کمپنی کی زیر حفاظت آگئے اور آہستہ آہستہ کمپنی کی سیاسی طاقت بڑھتی رہی اور اودھ کے حکمران محض کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔

کمپنی کی حفاظت میں آنے کے بعد انھوں نے خود کو ہر قسم کے خارجی حملوں سے بھی محفوظ سمجھا اور داخلی بغاوتوں کا خطرہ بھی زیادہ نہیں رہا۔ اس تحفظ کے احساس نے ان کو مزید خوابِ غفلت میں سلا دیا۔ ملک کی آمدنی خطرات اور چیلنجوں کے نہ ہونے سے اُن کو عیش و عشرت کی طرف راغب کیا اور یہیں سے اس خاندان کے زوال کی ابتدا ہوئی۔

ابن خلدون کے اس نظریے کے تحت کہ چار پشتوں کے بعد خاندان کا زوال شروع ہو جاتا ہے، اودھ کے شاہی خاندان کی تاریخ اس پر پوری اُترتی ہے۔ برہان الملک اس خاندان کے بانی تھے، انھوں نے اپنی کوششوں سے اودھ کے صوبے کو اپنے لیے حاصل کیا، صفدر جنگ نے اپنی اور خاندان کی پوزیشن کو صوبے میں مستحکم کیا، شجاع الدولہ نے اس میں اضافہ کیا اور آصف الدولہ کے بعد سے زوال شروع ہوا۔ سیاسی و اخلاقی، سماجی و معاشی ہر میدان میں زوال کی علامتیں ان کے عہد سے شروع ہو گئیں اور ان کے بعد تو یہ خاندان برائے نام حکمران تھا، ورنہ ایسٹ انڈیا کمپنی ہی ساری طاقت و قوت رکھتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی کردار کے لحاظ سے ایک کے بعد دوسرا جو بھی بادشاہ ہوا، اس میں کمی ہوتی چلی گئی، اور اس خاندان میں اس قسم کی اہلیت نہیں رہی کہ وہ کوئی اولوالعزم اور حوصلہ مند حکمران پیدا کرے۔ ابنِ خلدون کے نظریے کے تحت زوال مقسوم ہو چکا ہوتا ہے اور اس کے احیا کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔ اس زوال میں دانستہ یا نادانستہ یہ خاندان خود حصہ لیتا ہے اور تباہی کے راستے پر گامزن ہوتا ہے۔ یہاں ان عوامل کی نشان دہی کی گئی ہے، جو اس خاندان کے زوال کا باعث بنے۔

۳۔ اودھ کا ملک زرخیز اور آمدنی والا ملک تھا، اس کی آمدنی کا کثیر حصہ شاہی خاندان اور اس کے ارکان پر خرچ ہو جاتا تھا، باقی ریاست کے اہل کار خورد برد کر لیتے تھے۔ رعیت اور عوام کی فلاح و بہبود اور رفاہِ عام کے کاموں کے لیے اس میں سے بہت کم بچتا تھا، اس لیے شاہی خاندان اور اس کے متوسلین ریاست اور عوام پر ایک عظیم اقتصادی بوجھ بنے ہوئے تھے۔ شاہی خاندان کے اخراجات نے خاندان کو زوال پذیر کیا، بلکہ ریاست کی اقتصادی، سماجی و اخلاقی حالت کو بھی متاثر کیا۔

اودھ کے شاہی خاندان کی تنظیم اور ڈھانچہ اسی انداز میں تعمیر ہوا جیسے کہ دوسرے شاہی خاندانوں کا، مثلاً اس کے ارکان نے بھی زیادہ سے زیادہ شادیاں کیں، حرم میں عورتوں اور کنیزوں کی تعداد میں اضافہ کیا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جس کے نتیجے میں کثرت سے اولاد پیدا ہوئی اور خاندان کے ارکان کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوا اور اس اضافے کے ساتھ ساتھ ملک کی اقتصادی حالت پر بھی اثر پڑا، کیوں کہ اسی تیزی کے ساتھ خاندان کے اخراجات میں بھی اضافہ ہوا۔ حرم میں ان عورتوں کے خرچے، ان کی زیب و زینت و آرائش کے اخراجات، اور ان کے کھانے پینے پہننے سہنے پر کثیر رقم خرچ ہوتی تھی۔ نواب شجاع الدولہ کے حرم میں ہزاروں عورتیں تھیں، شہر میں چند کٹنیاں مقرر تھیں جو ان کے لیے خوب صورت عورتیں تلاش کر کے اور ہزارہا روپیہ خرچ کر کے انھیں فراہم کرتی تھیں۔ ان کی تعداد اندازاً دو ہزار تک پہنچ گئی تھی[1] ان کی کنیزوں اور داشتاؤں میں سے اکثر بے اولاد رہیں، اس پر بھی یہ ۲۵ لڑکے اور ۲۲ لڑکیاں چھوڑ کر مرے۔ آصف الدولہ کے بارے میں مشہور تھا کہ ان میں قوتِ رجولیت نہیں تھی، لیکن حرم میں انھوں نے پانچ سو عورتیں جمع کر رکھی تھیں، ان میں سے اکثر وہ تھیں، جنھیں نواب حالتِ حمل میں محل میں داخل کرتے تھے اور جب بچہ ہوتا تھا تو خوشی مناتے تھے، اس طرح ان کے پاس تئیس لڑکے اور اٹھائیس لڑکیاں جمع ہو گئیں تھیں[2] سعادت علی خاں کے دس لڑکے اور پانچ لڑکیاں تھیں۔ غازی الدین حیدر کے دو لڑکے اور ایک لڑکی تھی۔ نصیر الدین حیدر اولاد سے محروم رہے۔ محمد علی شاہ کے پندرہ لڑکے اور لڑکیاں تھیں، امجد علی شاہ کے دس لڑکے، لڑکیاں اور واجد علی شاہ کے چھیالیس لڑکے اور چونتیس لڑکیاں تھیں۔ ان کے حرم میں عورتوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی[3] اس سے اندازہ ہوگا کہ محل میں بیگمات اور عورتوں کی تعداد بڑھتی رہی، نہ صرف یہ بلکہ اس کے ساتھ ہی جب نواب یا بادشاہ کسی عورت سے شادی کرتے تو اس کے نتیجے میں اس کے باپ، بھائی اور اہل خاندان کو بھی جائیداد ملتی تھی اور وظیفہ مقرر کیا جاتا تھا، تحفہ تحائف اس کے علاوہ تھے۔ مثلاً نصیر الدین حیدر نے معرفت علی خاں کی لڑکی سے شادی کی، چھ لاکھ روپے کی اسے جاگیر ملی۔ اس کے باپ ناظم جاگیر و داروغہ ڈیوڑھی مقرر ہوئے۔ خورشید محل سے جب انھوں نے شادی کی تو اس کے باپ کو جو سواروں میں نوکر تھے، جاگیر بھی ملی اور داروغہ ڈیوڑھی مقرر ہوئے[4] حسینی خانم جو کئی شادیاں

۱۔ نجم الغنی خاں: تاریخ اودھ، حصہ سوم، لکھنؤ ۱۹۱۹ء۔ ص ۱۵۔

۲۔ ایضاً، ص ۳۵۶

۳۔ ایضاً: حصہ چہارم۔ ص ۱۷، ۴۳، ۴۵ — کمال الدین حیدر: تواریخ اودھ، حصہ اول، لکھنؤ ۱۸۹۶ء۔ ص ۶۷، ۱۱۸، ۱۲۱

۴۔ ایضاً، ص ۲۸۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ر کے محل میں داخل ہوئیں تھیں، ملکہ بن کر "ملکہ زمانیہ" کا خطاب ملا۔ چھ لاکھ روپے کی جاگیر ملی، تیس لاکھ نقد ملا۔ اس کے ساتھ اس کے بھائی بند بھی دولت مند ہو گئے۔ والٹر نام کے ایک انگریز کی ہندوستانی عورت سے لڑکی تھی، اس سے شادی کر کے ولایتی محل کا خطاب دیا۔ پچاس ہزار روپیہ نقد اور لاکھوں کا سامان تحفے میں دیا۔ اس کے رشتے داروں کو بھی جاگیریں و تحائف ملے۔[۵۵] واجد علی شاہ کے زمانے میں ایک ارمنی خاتون پنی لڑکی کے ہمراہ لکھنؤ آئی۔ لڑکی سال بھر تک انگریزی لباس پہنے بادشاہ کو سلام کرتی تھی، آخر ایک رات بادشاہ نے میر کلو خاص کو بھیجا اور حکم دیا کہ میز پر سے تین لاکھ روپے کے زیور لے آؤ اور انھیں پہنا کر ہمارے پاس لاؤ۔ "خلاصہ جب مشرف سعادت ابدی ہو چکیں" تو پانچ ہزار دے کر رخصت کیا۔ کئی دن بعد پھر طلب کیا۔ زیور، جواہرات، دو ہزار روپے اور ایک ہزار اشرفیاں دیں۔ جب اس سے نکاح کیا تو ایک جڑاؤ جُوڑی قیمت ایک لاکھ، ایک نتھ قیمت لاکھ اسے دیا، پانچ ہزار ماہوار مقرر ہوئے[۵۶] ان کی بیگمات کے متوسلین اور اقربا کے بارے میں کمال الدین حیدر لکھتا ہے:

خلاصہ ہر صاحبان محل کے اقربا و متوسلین دولت سے جو نان شبینہ کو محتاج تھے، جنھیں سفید کپڑے اور چمڑے کی جوتی میسر نہ تھی، ہر محلے میں جس میں ہر ایک جھونپڑے اور کچی حویلی میں رہتا تھا، ایک قیامت برپا ہوئی تھی، پہلے ہر ایک نے اپنا حق ہمسایہ ادا کیا تھا۔ مکان لے کر مناسب اپنے مقدور کے عمارات عالی شان بنوانا شروع کی تھی۔ اہل کار اور ارکان دولت اپنی آبرو کو ان سے ڈرنے لگے اور ہر محکمہ عدالت میں اگر کوئی متوسل کسی محل کا دھرا گیا سفارش سے باسلامت اپنے گھر پہنچا۔[۵۷]

بیگمات کے یہ متوسلین خود کو مراعات یافتہ سمجھتے ہوئے رعیت کو ستانے اور لوٹ کھسوٹ میں مصروف رہتے تھے۔ یہ ریاست اور عوام پر ایک اقتصادی بوجھ تھے، کیوں کہ ان تمام کو جاگیریں، وظیفے، وثیقے، اور تنخواہیں ملا کرتی تھیں۔ تہواروں، تقریبوں اور شادی بیاہ کے موقعوں پر انھیں بیش قیمت تحائف ملا کرتے تھے۔ ان لوگوں کے اخراجات بڑے فیاضانہ تھے، ان کا رہن سہن، کھانا پینا بھی شاہانہ تھا، یہ نام و نمود پر بے دردی سے خرچ کرتے تھے، جس کی وجہ سے انھیں ہمیشہ اخراجات کی تنگی رہا کرتی تھی۔

---

۵۵ نجم الغنی خاں: تاریخ اودھ، حصہ چہارم، ص ۳۵۳، ۳۵۶

۵۶ کمال الدین حیدر: تواریخ اودھ، حصہ دوم، ص ۵۴

۵۷ ایضاً، حصہ دوم، ص ۲۸۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شجاع الدولہ کی گیارہ لڑکیاں آصف الدولہ کے زمانے میں لکھنؤ چلی آئیں۔ ایک مرتبہ قلت تنخواہ کے سبب محل سے نکل کر انھوں نے سرکاری کوٹھیوں کے مال و اسباب کو لوٹ لیا، اس کے بعد سے ان کی تنخواہوں میں اضافہ کیا گیا[۵۸]۔ غازی الدین حیدر کے زمانے میں نائب سلطنت معتمد الدولہ نے چاہا کہ شاہی خاندان کے افراد کو جو ہزار ہا روپے تنخواہ دی جاتی ہے اسے کم کر دیا جائے تو اس پر بیگمات کی طرف سے سخت احتجاج ہوا، اور وہ نصف شب کو کوٹھوں پر محرم کا باجا بجا کر معتمد الدولہ کو کوستی تھیں۔

تنخواہوں اور وظیفوں میں شاہی خاندان کو مختلف مراتب اور درجوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، نکاحی اور متاعی بیگمات کے وظیفے زیادہ تھے۔ دوسری قسم کی عورتیں، جو "خورد محل" کہلاتی تھیں ان کے وظیفے کم تھے۔ اسی طرح رشتے کی قربی اور دوری کے سبب سے وظیفے کی رقم زیادہ اور کم ہوتی تھی۔ نواب کے لڑکوں اور بھائیوں کو سب سے زیادہ وظیفے ملا کرتے تھے۔ آصف الدولہ کے زمانے میں ان کے بھائی سعادت علی خاں کو تین لاکھ روپے سالانہ ملتے تھے۔ سعادت علی خاں کے لڑکے شمس الدولہ کو چودہ ہزار ایک سو اکہتر روپے چودہ آنے ماہوار ملا کرتے تھے۔ جب وہ لکھنؤ سے بنارس آئے تو دو کروڑ سے زیادہ کا مال ان کے پاس تھا[۵۹]۔

شاہی خاندان کے افراد نے اپنی مالی حیثیت کے استحکام کی خاطر ایک اور طریقے پر عمل کیا۔ چوں کہ اکثر سیاسی تبدیلیوں کے نتیجے میں ان کی جائداد ضبط ہوتی رہتی تھی اور ان کے وظائف میں کمی و بیشی بھی ہوتی رہتی تھی، اس لیے حکمران اور ان کی بیگمات نے اپنے رشتے داروں، اقربا اور متوسلین کی مالی حالت کو مستحکم کرنے کی خاطر ان کے دائمی وثیقے مقرر کرائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے ایک مخصوص رقم گورنر جنرل یا ریذیڈنٹ کو دے دی جس کے سود سے ان کے متوسلین کو نسل در نسل وثیقے ملتے رہتے تھے مثلاً غازی الدین حیدر نے کمپنی کو قرض پر روپیہ دیا۔ اس کے سود سے مندرجہ ذیل افراد کے وظیفے مقرر ہوئے

معتمد الدولہ اور ان کے متعلقین :	پچیس ہزار روپے ماہوار
مبارک محل :	دس ہزار روپے ماہوار

---

۵۸ کمال الدین : تواریخ اودھ، حصہ اول، ص ۵

۵۹ نجم الغنی خاں : تاریخ اودھ، حصہ چہارم، ص ۱۱۹

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سلطان مریم : پندرہ سو روپے ماہوار

ممتاز محل : پندرہ سو روپے ماہوار

سرفراز محل : ایک ہزار روپے ماہوار[110]

ایک اور قرضے میں بادشاہ نے کمپنی کو ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپے دیے اور اس سے پانچ شاہی خاندان کے ارکان کے وظیفے مقرر ہوتے جو چھ ہزار سے ایک ہزار ماہوار تک تھے[111] اسی طرح کے شاہی وثائق نصیر الدین حیدر، محمد علی شاہ اور امجد علی شاہ نے اپنے اقربا اور متوسلین کے مقرر کیے۔ بہو بیگم والدہ آصف الدولہ نے اپنا سارا نقد وجنس کمپنی کو دے دیا جس کے منافع سے ان کے متعلقین کو وثیقے ملتے رہے۔

اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ شاہی خاندان، اس کے اراکین و متوسلین ملک کے محاصل اور اس کی آمدنی پر قابض تھے اور اس کا کثیر حصہ ان کی تنخواہوں اور وظیفوں پر خرچ ہو جاتا تھا۔ اس دولت کے ہوتے ہوئے اس طبقے کے پاس کچھ کرنے کو نہیں تھا اور اس پیسے کو یہ تہواروں، شادی بیاہ، نذر نیاز، چڑھاوے، تعزیہ داری، خیرات اور صدقات میں صرف کرتے تھے اور اپنا زیادہ وقت لہو و لعب اور عیش و عشرت میں گزارتے تھے۔ مرغ بازی، بٹیر بازی اور پتنگ بازی پر لاکھوں روپے خرچ کرتے تھے۔

اس ماحول اور نظام نے ایک ایسے طبقے کو جنم دیا جو انتہائی ناکارہ اور ذہنی لحاظ سے انتہائی پس ماندہ تھا، جو اپنا زیادہ وقت بے مقصد کاموں میں صرف کرتے تھے، اور جن کی زندگی کا مقصد کام و دہن کی لذت اور جسمانی عیاشی تھا۔

شاہی خاندان کے افراد کی پرورش محلات میں بیگمات و خواجہ سراؤں کے درمیان میں ہوتی تھی، اس لیے ان کی عادات و خصائل بھی ان ہی جیسے ہو جاتے تھے۔ ریاست اور سلطنت کے نظم و نسق اور ملکی حالات سے یہ قطعی بے خبر ہوتے تھے۔ ابتدا ہی سے آرام و آسائش کی زندگی اور فرمائشات کی تکمیل انھیں خود سر اور ضدی بنا دیتی تھی۔ عورتوں کی صحبت اور ابتدائی عمر سے عیاشی ان میں جنسی بے راہ روی پیدا کر دیتی تھی، مثلاً شجاع الدولہ کو جہاں عورتوں سے شغف تھا، وہاں امرد پرستی کی طرف بھی مائل تھا، ہمت بہادر

---

110 نجم الغنی خاں: تاریخ اودھ، حصہ چہارم، ص ۲۰۳ 111 ایضاً، ص ۱۳۲

© rasailojaraid.com

اور یوسف، خواجہ سرا ان کے محبوبوں میں سے تھے[112] آصف الدولہ بھی امرد پرستی کا شکار تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مفعول تھے۔ نصیر الدین حیدر کو عورتوں سے اس قدر تعلق تھا کہ وہ بہت کم محل سے باہر نکلتے تھے۔ انھوں نے ایک عیش محل تعمیر کرایا تھا، جس میں سیکڑوں عورتیں جمع رہتی تھیں۔ اشراف، روپے کے لالچ میں اپنی بہنوں اور بیٹیوں کو ان کی خدمت میں پیش کرتے تھے۔ بادشاہ کے ملازم خوب صورت عورتوں کو لالچ دے کر لاتے، بہت سی عورتیں محل میں داخل ہونے کی خواہش میں آتیں اور محل کے ملازمین کی عیاشی کا سامان بنتیں[113]۔ ان کے زمانے میں ملک کی تہائی آمدن عورتوں کے مصارف پر خرچ ہوتی تھی۔ محلات میں عورتوں کی کثیر تعداد کا نتیجہ تھا کہ یہ بیگمات دوسروں سے ناجائز تعلقات رکھتی تھیں۔ نصیر الدین حیدر کی بیوی قدسیہ بیگم نے اس خیال سے کہ بادشاہ کے کوئی اولاد نہیں ہوتی ہے اپنے پہلے شوہر کو بلا کر کئی مہینے محل میں خفیہ رکھا، اس سے حمل ٹھہرا، جو بادشاہ کا مشہور ہوا۔ مگر چھ مہینے میں حمل ساقط ہوا اور انھیں کامیابی نصیب نہیں ہوئی[114]۔ ان کی ایک اور بیوی عمدہ بیگم کو بداطواری کے الزام میں سر منڈا کر ایک بھنگی کے حوالے کر دیا[115]۔

اس ماحول میں جس کردار کی تعمیر ہوتی تھی، اس میں عیاشی پن، بے مروتی، بد اخلاقی، ظلم و ستم اور لالچ کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا تھا۔ آصف الدولہ کے متعلق محمد فیض بخش نے "فرح بخش" میں لکھا ہے:

طفلی سے مزاج لہو و لعب کی طرف مائل تھا۔ مردم پاجی کے ساتھ صحبت نامناسب بسیار رکھتے تھے۔ اراذل، سفلہ اور دنی ہمت لوگوں کی ہم نشینی پسند تھی۔ بے محل ہنسنا، گالی دینا اور رکیک فحش دشنام کا ترکی بہ ترکی غالب رہنا، لایعنی کھیلوں کی طرف رغبت رکھنا، جس شخص کی زبان فحش کلامی کی عادی ہو، اس سے نہایت محظوظ ہونا، محفل میں زیادہ تر کلمات فحش پسند کرنا طبعی خاصہ تھا[116]

غازی الدین حیدر اپنے نائب سلطنت معتمد الدولہ کے زیر اثر تھے، دن رات نشے میں مست رہتے تھے۔ ایک دن معتمد الدولہ ایک شخص کالکا داس کو بادشاہ کی زیارت کرانے اپنے ساتھ لائے اور اسے ایک جگہ کھڑا کر کے خود کسی کام سے چلے گئے۔ اتفاقاً بادشاہ ادھر آنکلے اور کالکا داس کو دیکھ کر جو جسیم و شحیم اور کالا بھجنگا

---

[112] نجم الغنی خاں: تاریخ اودھ، حصہ دوم، ص ۲ [113] ایضاً، چہارم، ص ۳۷۰، ۳۷۱

[114] ایضاً: ص ۳۶۱ [115] ایضاً: ص ۳۶۲ [116] ایضاً: حصہ سوم، ص ۲

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے دیوا اور جن سمجھے اور اپنے ملازمین کو حکم دیا کہ اسے گرفتار کر لو۔ معتمد الدولہ نے اسے بعد میں پیسے لے کر دیا اور بادشاہ کے دریافت کرنے پر کہا کہ وہ دیوا اچانک غائب ہو گیا۔ اس قسم کا ایک اور واقعہ پیش بادشاہ ایک شخص پر مہربان تھے، معتمد الدولہ نے اسے حکم دے دیا کہ اپنے گھر سے مت نکلا کرو اور ہ کو کہہ دیا کہ وہ شخص مر گیا۔ ایک دن اتفاق سے وہ شخص گھر سے نکلا اور بادشاہ کی سواری کے سامنے ۔ اسے دیکھ کر بادشاہ نے کہا کہ یہ شخص تو موجود ہے۔ اس پر معتمد الدولہ اور حاضرین دربار نے کہا کہ ہے ؟ حضور کی چشم شاید عالم ارواح کو دیکھ سکتی ہے، ہمیں تو نظر نہیں آ رہا، بادشاہ نے اس بات کا کر لیا [۱۷]

نصیر الدین حیدر کے دماغ میں قہر و غضب بہت تھا، غصے کی حالت میں بہت سوں کو زندہ درگور یا۔ محل کی بعض عورتوں کو بدچلنی کے الزام میں زندہ دیوار میں چنوا دیا۔ ایک رات چند خواص کو جو شراب مدہوش تھیں، ایک کوٹھڑی میں بند کروا دیا، جہاں وہ گرمی اور پیاس کے مارے صبح تک مر گئیں [۱۸]

۵۔ ملک سے جو آمدنی ہوتی تھی، اسے رعیت کی فلاح و بہبود پر خرچ نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ یہ شاہی ن اور اس کے افراد کی ذاتی دلچسپیوں، شغلوں، کھیلوں، تہواروں، تقریبوں اور رسموں پر خرچ ہوتی ، مثلاً شادیوں پر بے انتہا خرچ کیا جاتا تھا۔ شجاع الدولہ کی شادی میں انچاس لاکھ روپے، آصف الدولہ شادی میں چوبیس لاکھ روپے اور وزیر علی کی شادی میں تیس لاکھ روپے صرف ہوئے۔ آصف الدولہ ہولی سنت کے تہواروں پر چالیس لاکھ روپے خرچ کرتا تھا [۱۹] نواب امیر الدولہ کلکتہ سفارت پر گئے تو سفر خرچ ہیں اٹھارہ لاکھ روپے ملے اور کروڑ روپے تک خرچ کی اجازت تھی [۲۰] آصف الدولہ کا ذاتی خرچ پچاس ہزار پے ماہانہ تھا، جب اخراجات اور بڑھ جاتے تو فوج میں کمی کرتے اور سپاہیوں کو برطرف کر دیتے تھے۔

غازی الدین حیدر بادشاہ ہوئے تو چتر تخت اور لوازمات شاہی پر دو کروڑ روپے خرچ ہوئے۔ نصیر الدین ر کے زمانے میں نئی نئی شادیوں، نذر ائمہ معصومین، اعزاداری، محرم، لباس و فرمائشات اور اخراجات

---

[۱۷] نجم الغنی خاں: تاریخ اودھ، حصہ دوم، ص ۱۵۹ ۔۔ کمال الدین حیدر: حصہ اول، ص ۲۳۸

[۱۸] نجم الغنی خاں: حصہ چہارم، ص ۲۵۴، ۲۱۵

[۱۹] ایضاً: حصہ سوم، ص ۱۵۵-۱۵۶

[۲۰] کمال الدین حیدر: حصہ اول، ص ۱۰۳

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محلات پر سارا جمع شدہ خزانہ خرچ ہو گیا۔ ان کا ذاتی خرچہ ایک کروڑ روپے ماہانہ تھا، جب کہ سلطنت کی آمدنی گھٹ کر ایک کروڑ چھ لاکھ روپے رہ گئی تھی۔

اخراجات کی زیادتی کے سبب ریاست کے اہل کار رعیت سے زبردستی پیسہ وصول کرتے تھے اور آئے دن نئے نئے ٹیکسوں کا اضافہ ہوتا تھا، جس نے ملک کو اقتصادی و معاشی طور پر کھوکھلا کر دیا۔ معاشرے میں امیر و غریب کے معیارِ زندگی میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ ایک طرف وہ لوگ تھے جن کے پاس زندگی کی تمام آسائشیں میسر تھیں، تو دوسری طرف وہ لوگ تھے جو ہر آسائش سے محروم تھے، لہٰذا ایک ایسا معاشرہ جس میں ایک طبقہ قانون سے بالاتر ہو جائے، دولت جس کے پاس جمع ہو کر مرتکز ہو جائے اور جو تمام مراعات کا حق دار ہو، ایک ایسے معاشرے میں انصاف، عدل، قانون اور حق کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی اور یہ طبقاتی نفرت ایسے معاشرے کو تہس نہس کر کے رکھ دیتی ہے، یہی کچھ اودھ کے شاہی خاندان کے ساتھ ہوا۔

اس لیے جب اودھ کی سلطنت ختم ہوتی ہے تو اس کا غم ان لوگوں کو تھا جو مراعات یافتہ تھے جو مفت کی تنخواہیں اور وظیفے لیتے تھے، عوام پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوا، اسی لیے جب واجد علی شاہ کی سواری لکھنؤ سے چلی ہے تو بقول کمال الدین حیدر کے:

"شہدے شہر کے دردِ دولت تا دریائے گنگ پیادہ زبان طعن و تشنیع بیگانہ کھولے ساتھ رہے"[۲۲]

یہ شہدے عوام ہی ہو سکتے تھے جو شاید اس وقت اپنی نفرت کا اظہار کر رہے ہوں۔

۶۔ جانشینوں کی کثرت نے ہمیشہ شاہی خاندان کے زوال میں اہم کردار ادا کیا ہے، کیوں کہ ہر شاہی خاندان کے فرد کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ حکومت اسے ملے اور اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لیے وہ اپنے حمایتیوں کو ہر قسم کی مراعات دینے کو تیار رہتا تھا۔ اس نتیجے میں ہر بادشاہ کی تخت نشینی شاہی خاندان کو کمزور کرتی تھی اور اس حمایتی امرا اور جماعتوں کو طاقت ور۔

ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی اٹھارویں صدی میں طاقت ور بن کر ابھری تھی، اودھ میں اسے شجاع الدولہ کے بعد سے بے انتہا اثر و رسوخ حاصل ہو گیا تھا، اس لیے جانشینی کے لیے ہر شاہی خاندان کا فرد اس کی حمایت کا طالب ہوتا تھا۔ اس صورتِ حال نے کمپنی کو موقع دیا کہ وہ امیدواروں سے اپنی پسند

---

[۲۱] کمال الدین حیدر: تواریخ اودھ، حصہ اوّل، ص ۱۴۳ [۲۲] ایضاً: حصہ دوم، ص ۱۶۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیے معاہدے کرے اور جو جس قدر مراعات دے اسے تخت نشین کرائے، اس لیے ہر نئے نواب اور بادشاہ نے جانشینی
کے وقت کمپنی سے معاہدہ کیا اور انھیں برابر زیادہ سے زیادہ مراعات دینے لگے۔ سعادت علی خاں نے جانشینی
کے شوق میں آدھی سلطنت کمپنی کو بخش دی۔ اس صورتِ حال نے انگریز گورنر جنرل اور ریذیڈنٹ کو انتہائی
طاقت ور بنا دیا اور بادشاہ مجبورِ محض ہو کر رہ گیا، اسی لیے جب انھیں اپنی مکمل طاقت اور بادشاہ کی مکمل
مجبوری کا احساس ہوا تو انھوں نے ریاست کو ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا اور اس فیصلے کے خلاف نہ تو بادشاہ
کی طرف سے مزاحمت ہوئی اور نہ رعیت کی طرف سے۔

مختصراً اودھ کے شاہی خاندان کے زوال کے یہ اسباب ہوئے ہیں:

۱۔ شاہی خاندان کے ارکان و متوسلین کی تعداد میں اضافہ اور ان کے اخراجات کا بوجھ۔

۲۔ شاہی خاندان کے افراد کی نااہلی، عیش و عشرت اور اسراف۔

۳۔ ان کے وظیفوں اور وثیقوں کی دائمی شکل جس نے ایک ناکارہ طبقے کو جنم دیا۔

۴۔ آمدنی کم اور اخراجات زیادہ، جس نے ملک کی معاشی حالت کو بگاڑ دیا۔

۵۔ جانشینی کی خاطر کمپنی کو زیادہ سے زیادہ مراعات دینا۔

مآثرِ لاہور

سید ہاشمی فرید آبادی

سید ہاشمی فرید آبادی بحیثیت ایک مورخ کے محتاجِ تعارف نہیں۔ ان کی یہ کتاب غزنوی دور تک کے لاہور کی تاریخ ہے۔ لاہور پاکستان کا مشہور ثقافتی و علمی مرکز ہے اور ہمیشہ سے علم و سیاست کا گہوارہ رہا ہے۔ اس سرزمین سے بلند پایہ شاعر، ادیب، اصحابِ علم اور اربابِ سیف پیدا ہوتے رہے ہیں۔ کتاب کے پہلے حصے میں اربابِ سیف و سیاست اور قدیم لاہور کے والیوں کا تذکرہ ہے اور دوسرا حصہ صاحبانِ علم و قلم لاہور کے مشائخ و علما اور مصنفین و شعرا سے متعلق ہے۔

صفحات ۲۰۸ + ۲۰۷ قیمت -/۲۰ روپے

ملنے کا پتا: ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسئلہ اجتہاد

مولانا محمد حنیف ندوی

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ یہ جہاں یہ بتاتا ہے کہ توحید کیا ہے، دلوں میں ایمان کے داعیے کیسے پیدا ہوتے ہیں۔ تقویٰ کیسے ابھرتا ہے اور کردار اور سیرت کی تشکیل کیوں کر ممکن ہے، وہاں اس میں اس بات کا پورا پورا اہتمام بھی پایا جاتا ہے کہ بدلتے ہوئے اجتماعی حالات میں احکام و مسائل کی کیا شکل ہو۔ یعنی وہ کون اصول اور پیمانے ہیں جن پر قیاس اور اجتہاد کا قصر رفیع تعمیر ہوتا ہے۔ "مسئلہ اجتہاد" میں ان فقہی بنیادوں اور پیمانوں کی تشریح کی گئی ہے جن کی روشنی میں فقہ جدید کی تدوین کا مسئلہ آسان ہو جاتا ہے۔

صفحات ۱۹۲ قیمت -/۸ روپے

پاکستانی مسلمانوں کے رسوم و رواج

شاہد حسین رزاقی

پاکستانی معاشرہ کو نئے سانچے میں ڈھالنے اور قومی ترقی کی راہ ہموار کرنے کے لیے رسوم و رواج کی اصلاح بہت ضروری ہے اور اسی مقصد کے پیش نظر یہ کتاب لکھی گئی ہے۔ اس میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے رسوم و رواج بڑی تفصیل سے قلم بند کیے گئے ہیں اور ان رسوم کی طرف خاص طور سے توجہ دلائی گئی ہے جو اخلاقی اور اقتصادی لحاظ سے بہت بڑی اور نقصان رساں ہیں۔ اس کے ساتھ ہی موجودہ رسوم میں ضروری ترمیم و اصلاح کرنے اور معیوب و مضر رسم و رواج کو بالکل ختم کر دینے کے لیے مفید اور قابل عمل تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔ اس کتاب پر مصنف کو یونیسکو کا انعام ملا ہے۔

صفحات ۲۸۶ قیمت : -/۱۲ روپے

افکار ابن خلدون

مولانا محمد حنیف ندوی

[illegible] مذہبی و علمی خیالات و افکار کا ایک تجزیہ۔ صفحات ۲۳۸۔ قیمت -/۱۵ روپے

ملنے کا پتا : [illegible] اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور

© rasailojaraid.com